آیت ''الرّاشِدُون'' اور خلافت معاویہ رضی اللہ عنہ

پروفیسر قاضی محمد طاہر الہاشمی

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَکَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ اُوْلٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ. فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَنِعْمَۃً وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ. (سورۃ الحجرات، ۷۔۸)

> ''اور خوب جان لو تمھارے درمیان رسول اللہ تشریف فرما ہیں، اگر وہ اکثر معاملات میں تمہاری بات مان لیں تو تم مشقت میں پڑ جاؤ، لیکن اللہ تعالیٰ نے محبوب بنا دیا ہے تمہارے نزدیک ایمان کو اور آراستہ کر دیا ہے اسے تمہارے دلوں میں اور قابل نفرت بنا دیا ہے تمہارے نزدیک کفر، فسق اور نافرمانی کو، یہی لوگ راہِ حق پر ثابت قدم ہیں۔ (یہ سب کچھ) محض اللہ کا فضل اور انعام ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا، بڑا دانا ہے۔''

سورۃ الحجرات کی آیت ۶ میں مفسرین کرام نے ولید بن عقبہ کے واقعہ کا ذکر کیا ہے جو فتح مکہ کے بعد مشرف بہ اسلام ہوئے تھے نیز ابتدائی آیات کی تفسیر میں بنی تمیم کے ذکر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیات مدنی زندگی کے آخر یعنی ۹ھ میں نازل ہوئی تھیں۔

زیر بحث آیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت، ان کے ایمان دار اور راشد ہونے کی واضح دلیل ہے۔ آیت میں ''حَبَّبَ'' اور ''کَرَّہَ'' کے بعد ''اِلیٰ'' کا صلہ اس اہتمامِ خاص کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی نگاہوں میں ایمان کو محبوب اور کفر، فسق اور عصیان کو مبغوض بنانے کے لیے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے فرمایا۔

گویا ایمان اور کفر دونوں کو حقیقی شکل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے پیش کیا گیا تو وہ ایمان کے دلدادہ اور کفر سے بیزار ثابت ہوئے۔ یہاں یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ ''حَبَّبَ'' کے مفعول کی حیثیت سے تو ''ایمان'' کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ ''کَرَّہَ'' کے ساتھ ''کفر، فسق، عصیان'' تین چیزوں کا ذکر ہوا۔

اس سے یہ حقیقت سمجھائی گئی کہ صرف ''کفر'' ہی ایمان کے منافی نہیں ہے بلکہ ''فسق و عصیان'' کی جملہ اقسام بھی اسی ''شجرۃ ملعونہ'' کے برگ و بار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایمان کے منافی ان تمام چیزوں کو صحابہ رضی اللہ عنہم کی نگاہ میں مبغوض ٹھہرا کر یہ اعلان کر دیا کہ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوْنَ. فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ نِعْمَۃً ط
اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں ایمان کو محبوب بنا دیا، اس کو ان کے دلوں

میں آراستہ کر دیا اور ان کے دلوں کو کفر، فسق اور عصیان سے متنفر کر دیا۔ وہی لوگ جو موصوف باوصافِ مذکورہ ہیں۔ ''راشد'' یعنی راستی پسند، حق جو، حق گو اور حق پر چلنے والے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاضر کی ضمیروں '' حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَکَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡیَانَ ط '' سے مخاطب کر کے غائب کی ضمیر ''ھُمۡ'' سے ''راشد'' قرار دیا ہے جس میں ان کی مزید مدح پائی جاتی ہے۔

علاوہ ازیں اس ''اعزاز'' سے پہلے ان کے لیے فعلیہ جملے '' حَبَّبَ اِلَیۡکُمُ الۡاِیۡمَانَ وَزَیَّنَہٗ فِیۡ قُلُوۡبِکُمۡ وَکَرَّہَ اِلَیۡکُمُ الۡکُفۡرَ وَالۡفُسُوۡقَ وَالۡعِصۡیَانَ ط '' لائے گئے ہیں۔ جبکہ ''اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوۡنَ'' جملہ اسمیہ ہے اس میں دوامِ رشد اور ثبات واستقامت کی خوش خبری دی گئی ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی دو صفات ''عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ'' لا کر یہ اعلان کر دیا کہ بعد کے نااہل ونادان ''اہل علم واہل قلم'' کے بے ہودہ الزامات واعتراضات سے ہم باخبر ہیں۔ لہٰذا اس فتنے کے انسداد کی خاطر ہماری حکمت ان بشارتوں کی مقتضی ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے آیت کے آخر میں ''عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ'' کی صفات سے جہاں بعد کے نادان ونااہل معترضین کے فتنہ سے آگاہ کیا وہاں ان صاحبانِ دستار وجبّہ کی اس ضد اور ہٹ دھرمی سے بھی باخبر کر دیا جس نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرّٰشِدُوۡنَ'' کی الٰہی سند سے باصرار وبتکرار تحریراً وتقریراً محروم کر دینے کا بیڑہ اٹھا رکھا ہے۔ اَللّٰھُمَّ لَاتَجۡعَلۡنَا مِنۡھُمۡ وَ مَعَھُمۡ . جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اس قرآنی سند کے بعد کوئی مومن بالقرآن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ''الراشد'' کے الٰہی لقب سے نہ ''صورتاً'' اور نہ ہی ''حقیقتاً'' ہرگز ہرگز محروم نہیں کر سکتا۔

آیت استخلاف میں ''مِنۡکُمۡ'' کی ضمیر مخاطب کے تحت تو ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نادان مخالفین'' یہ دعویٰ کرتے رہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نزولِ آیت کے وقت تک مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے لیکن زیر بحث آیت کی رو سے یہاں ایسی کوئی تاویل بھی کام نہیں آسکتی کیونکہ یہ آیات ۹ھ میں نازل ہوئی تھیں اور اس سے بہت پہلے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام قبول کر چکے تھے۔ مگر سخت حیرت ہے کہ اس کے باوجود آں معظم رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی کے ساتھ بعض اصحاب دستار وجبّہ اور تصوّف وطریقت'' کو لفظ ''راشد'' گوارا نہیں ہے۔

یہ حضرات زیر بحث آیت کے تحت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو زیادہ سے زیادہ ''لغوی'' معنیٰ میں خلیفۂ راشد کہنے کی ''اجازت'' دیتے ہیں لیکن ''اصطلاحی'' معنیٰ میں ایسا کہنے کو '' آیت تمکین اور آیت استخلاف'' کے خلاف گردانتے ہوئے ''باطل اور ضلالت'' قرار دیتے ہیں۔ لغت میں ''رَشَدَ، رُشۡداً'' کے معنیٰ راہ یاب ہونا، ہدایت پانا، ہوش میں آنا، سن بلوغ کو پہنچنا۔ (ھُوَرَاشِدٌ) ''اَرۡشَدَہٗ، رَشَّدَہٗ'' رہنمائی کرنا۔ ''اِسۡتَرۡشَدَہٗ'' رہنمائی حاصل کرنا۔ ''الارشاد'' رہنمائی وعظ ونصیحت۔ ''اَلۡمُسۡتَرۡشِدُ'' رہنمائی حاصل کرنے والا۔ ''اَلۡمُرۡشِدُ'' واعظ، پیر، مصلح، مُرَبّی، رہنمائی کرنے والا۔

علامہ قرطبی ''الراشدون'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''الرشد ، الاستقامة على طريق الحق مع تصلّب فيه من الرشدو هي الصخرة'' یعنی ''رشد'' جادۂ حق پر ایسی ثابت قدمی کو کہتے ہیں جس میں تصلّب اور پختگی ہو،

تذبذب کا وہاں نشان تک نہ ہو۔ یہ ''رشدۃ'' سے مشتق ہے، جس کے معنی چٹان ہے۔ ''الرشد'' عقل، ہوش، شعور، بلوغ، ہدایت، راست روی۔ فقہاء اسلام کے ہاں دین میں راست روی کے ساتھ حدّ تکلیف کو پہنچنا اور اپنے مال کا انتظام کرنے کے لائق ہونا۔

''الراشد'' راہِ حق پر سختی سے قائم رہنے والا، راہ یاب، ہدایت یافتہ، کامیاب، بالغ، باہوش، باشعور۔

(تفسیر قرطبی تحت الآیۃ، القاموس الوحید۔ ص ۶۲۷ تحت ''رشد''۔ مؤلفہ مولانا وحید الزمان قاسمی)

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا ہے کہ لغوی طور پر بھی ''الراشد'' کے معنی راہِ حق پر چٹان کی طرح سختی کے ساتھ قائم اور ثابت قدم رہنے والے ہدایت یافتہ، باشعور اور کامیاب شخص کے ہیں۔ پھر معلوم نہیں کہ اس دائمی صفت کے حامل حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو کیوں ''غیر راشد'' قرار دے دیا گیا؟ اگر خلفائے اربعہ زیر بحث آیت کی روشنی میں لغوی و اصطلاحی معنوں میں ''راشد'' ہیں تو پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی یقیناً اُن ہی معنوں میں ''راشد'' ہیں۔ آں معظم رضی اللہ عنہ کے لیے ''لغوی واصطلاحی'' کی تقسیم خود زیر بحث آیت کی تکذیب ہے کہ اس آیت کے تحت چار یا پانچ کو تو اصطلاحی طور پر اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو محض لغوی طور پر ''راشد'' قرار دے دیا جائے۔

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیو بند فرماتے ہیں کہ: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کو پہچاننے کے لیے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی ہی معیار ہوسکتی ہے کیونکہ یہی وہ مقدس طبقہ ہے جس نے براہِ راست فیضانِ نبوت سے نور حاصل کیا اور اسی پر آفتابِ نبوت کی کرنیں بلا کسی حائل وحجاب کے بلا واسطہ پڑیں۔ اس لیے قدرتی طور پر جو ایمانی حرارت اور نورانی کیفیت ان میں آسکتی تھی وہ بعد والوں کو میسر آنی طبعاً ناممکن تھی۔ اس لیے قرآن حکیم نے من حیث الطبقہ اگر کسی پورے کے پورے طبقہ کی تقدیس کی ہے تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کا طبقہ ہے اس نے انہیں مجموعی طور پر راضی ومرضی اور ''راشد ومرشد'' فرمایا، ان کے قلوب کو تقویٰ وطہارت سے جانچا پرکھا، بتلایا اور انہیں کے رکوع وسجود کے نورانی آثار کو جو ان کی پیشانیوں پر بطور گواہ نمایاں تھے، ان کی عبودیت اور ہمہ وقت سرنیاز خم کیے رہنے کی شہادت کے طور پر پیش فرمایا۔ اس لیے امت کا یہ اجماعی عقیدہ مسلسل اور متواتر چلا آرہا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کُل کے کُل عدول اور متقین ہیں۔ ان کے قلوب ونیّات کھوٹ سے بری ہیں اور ان کا اجماع شرعی حجت ہے جس کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (حیات الصحابہؓ، جلد سوم۔ ص ۴، تحت ''تقریظ'' مؤلفہ مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ)

اگرچہ انبیاء کرام بھی ''راشد'' ہیں لیکن اوصاف نبوت کی طرح، یہ ان کی صفت خاصہ نہیں ہے۔ اس لیے جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو راشد قرار دیا گیا۔ ''راشد'' ہر صحابی کی صفت خاصہ ہے لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ دوسرے لوگ بھی تا قیامِ قیامت ''راشد'' ہوسکتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ: أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ○ (سورۃ البقرۃ۔ ۱۸۶)

''میں قبول کرتا ہوں دعا کرنے والے کی دعا جب وہ مجھ سے دعا مانگتا ہے، پس انہیں چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور ایمان لائیں مجھ پر تا کہ وہ ''راشد'' ہوجائیں یعنی ہدایت پا جائیں۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبوت کی طرح ''رشد وہدایت'' کا منصب وسلسلہ ختم نہیں۔ غیر صحابی بھی ''راشد'' ہونے کا اعزاز حاصل کرسکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ کے رشد وہدایت کے لیے بایں الفاظ دعا فرمائی ہے کہ:
اَللّٰھُمَّ ارْشُدِ الْاَئِمَّۃِ وَاغْفِرْ لِلْمُؤَذِّنِیْنَ ''(جامع ترمذی، جلد اوّل ص ۲۹) اے اللہ، ائمہ کو رشد وہدایت عطا فرما اور مؤذنین کی مغفرت فرما۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمران بن حصینؓ کو یہ دعا تعلیم فرمائی تھی کہ: اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ۔ (جامع ترمذی) اے اللہ مجھے رشد وہدایت الہام کردے اور میرے نفس کی برائی سے مجھے بچادے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیر بحث آیت کی مناسبت سے یہ دعا بھی تعلیم فرمائی کہ: اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْاِیْمَانَ وَزَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْبِنَا وَکَرِّہْ اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّاشِدِیْنَ (مسند احمد ص ۴۳۸ جلد ۴)

اے اللہ ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دے اور اس کو ہمارے دلوں کی زینت بنادے، اور ہمارے دلوں میں کفر، گناہ اور نافرمانی کی نفرت ڈال دے اور ہمیں ''راشدین'' میں سے کردے۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اگرچہ ''بابِ نبوت'' بند ہوگیا ہے لیکن سلسلہ ''رشد وہدایت'' تا قیامت جاری رہے گا ان میں صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو من حیث الطبقہ خود اللہ تعالیٰ نے راشد قرار دیا ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک عام صحابی ہی نہیں بلکہ ایک فقیہہ اور مجتہد صحابی ہیں جو امارت وخلافت سے پہلے بھی ''راشد'' تھے اور امارت وخلافت کے منصب پر فائز ہوجانے کے بعد بھی یقیناً ''امیر راشد وخلیفہ راشد'' ہی تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہ صرف یہ کہ خود راشد ہیں بلکہ انہیں اس منصب کے لیے منتخب کرنے والے اور بیعت کرنے والے بھی راشد ہیں۔ سخت تعجب کی بات ہے کہ ایسے خلیفۂ راشد کو بھی زمرۂ خلفائے راشدین سے خارج کردیا گیا۔ انفرادی طور پر ہر صحابی کا فتویٰ یا مذہب قابلِ استدلال ہے اور مجموعی طور پر جب وہ کسی امر میں متفق ہوجائیں یعنی بھاری اکثریت سے تو ان کا مؤقف ایسا ہی حجت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع کا منکر نفس دین کا منکر ہے اور چاہتا ہے کہ اپنے اس انکار کے ذریعے اس گروہ کی حجیت ختم کردے جن سے ہمیں دین ملا ہے، جنہوں نے دین قائم کیا ہے اور جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین پر اپنا گواہ بنایا ہے۔

جمہور علماءِ کرام نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اتفاق کو ''اجماع'' کا نام دیا ہے۔ چنانچہ مفتی عبدالغفار صاحب ارکانی لکھتے ہیں کہ: ''اجماع کی اقسام اربعہ میں پہلی قسم اجماع اصلی قولی ہے یعنی کسی مسئلہ پر کسی زمانے کے تمام مجتہدین سے ایسا کلام صادر ہو جس سے اس مسئلہ پر ان کا اتفاق ثابت ہوتا ہو خواہ اجماع یا اتفاق کا لفظ استعمال کریں مثلاً یوں کہیں کہ ''اجمعنا علیٰ ھٰذا'' یا ''اتفقنا علیہ'' اور خواہ کوئی دوسرا لفظ استعمال کریں جس سے ان کا اتفاق ثابت ہوتا ہو جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع منعقد ہوا تھا کہ تمام صحابہ ان کے ہاتھ پر بیعت بھی ہوئے اور زبان سے ان کی خلافت کا اقرار بھی کیا۔ اس قسم (اجماع) کو عام اصولیین نے حجت قطعی قرار دیا ہے۔'' (اجماع اور اس کی شرعی حیثیت ص ۲۲۷ مطبوعہ الصدف پبلشرز کراچی)

موصوف آگے زیرعنوان ''صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع'' لکھتے ہیں کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع منعقد ہوا، بعض حضرات نے اسے صحابہ رضی اللہ عنہم کا قولی اجماع قرار دیا ہے...... چنانچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اس طرح ان کی خلافت پر اجماع منعقد ہوا''۔(حوالہ مذکورہ۔ص ۲۹۳)

ارباب سیر وتاریخ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کے انعقاد پر بھی صحابہؓ وتابعینؒ کا قولی اور عملی وفعلی اجماع نقل کیا ہے۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عدول ہونے پر بھی تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے لہٰذا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی ''اجماعی وشورائی'' ہے۔ (حوالہ جات کے لیے راقم الحروف کے مضمون ''کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ متغلّب تھے؟'' مشمولہ نقیب ختم نبوت ملتان، جون ۲۰۱۱ء کی طرف مراجعت فرمائیں)

سورۃ النساء کی آیت ۱۱۵ ''وَ یَتَّبِعُ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ......'' سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اجماع امت حجت ہے یعنی جس طرح قرآن وسنت کے بیان کردہ احکام پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اسی طرح امت کا اتفاق جس چیز پر ہو جائے اس پر بھی عمل کرنا واجب ہے اور اس کی مخالفت گناہِ عظیم ہے۔ بعض علماء نے ''سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ سے مراد اجماع امت لیا یعنی اجماع امت سے انحراف بھی کفر ہے اجماع امت کا مطلب ہے کہ کسی مسئلہ میں امت کے تمام علماء وفقہا کا اتفاق یا کسی مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق یہ دونوں صورتیں اجماع امت کی ہیں اور دونوں کا انکار یا ان میں سے کسی ایک کا انکار کفر ہے۔

آیت ''سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ'' میں بظاہر اتنا کہنا ہی کافی تھا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے وہ جہنم رسید ہوگا لیکن اس میں مؤمنین کی اتباع کی قید نہایت معنی خیز ہے۔ نزول آیت کے موقع پر مومنین صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے پس اجماع صحابہ کا مخالف دراصل اللہ کے رسول کا بھی مخالف ہے گو وہ زبان سے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ کرتا ہو۔ جمہور اہل اسلام کے نزدیک خلیفہ کا تقرر امت پر واجب ہے، اسی اہمیت کے پیش نظر ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کام کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز وتکفین پر مقدم کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اجماع کر لیا تھا۔ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی خلافت پر بھی اسی طرح اجماع رہا جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر خلفائے ثلاثہؓ کی طرح کا اجماع ثابت نہیں ہے۔ لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر تو وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی متفق ہو گئے تھے جنہوں نے آخر وقت تک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی تھی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی دست برداری کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ عالم اسلام کے متفقہ خلیفہ مقرر ہو گئے، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ نے برضا ورغبت ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس نہایت ہی پُرمسرت واقعہ کی یاد میں اس سال کا نام ہی ''عام الجماعۃ'' رکھ دیا گیا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا صحابی ہونے کے علاوہ فقیہہ ومجتہد ہونا بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے۔ اب بڑی دلچسپ بات ہوگی کہ آپ صحابی اور مجتہد ہونے کی حیثیت سے جو کچھ حکم دیں وہ تو قابلِ پذیرائی ہو لیکن امت کے حاکمِ اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے جو حکم نافذ کریں وہ موجب رضائے الٰہی نہ ہو اور اس کی تعمیل بھی واجب نہ رہے کیوں کہ وہ ایک ''غیر